مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ بحیثیت سیرت نگار

ممتاز احمد خاں*

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ (۱۹۱۴ء۔۱۹۹۹ء) بیسویں صدی عیسوی میں عالم اسلام کے ایک جید عالم دین، اردو، عربی کے صاحب اسلوب ادیب، مفکر و محقق اور ایک عظیم مؤرخ و سوانح نگار تھے۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ (انڈیا) کے ناظم اعلیٰ اور عالمی تنظیم 'عالمی رابطہ ادب اسلامی'' کے صدر تھے۔

آپ ایک ایسی پہلودار شخصیت کے مالک تھے جو اپنی ذات میں ایک انجمن تھی۔ مولانا ندوی عالم اسلام میں ''علی میاں'' کے نام سے مشہور و معروف تھے۔ آپ کی کثیر الجہات شخصیت کا ایک پہلو سیرتؐ نگاری ہے۔

مولانا ندویؒ کا سیرت نبویؐ سے تعلق:

مولانا ندوی اپنا تعلق سیرت نبویؐ سے ایک مدرسہ کی مانند قرار دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔

''وہ پہلا مکتب اور مدرسہ جہاں پر مصنف کتاب کا داخلہ ہوا وہ سیرت نبویؐ کا مدرسہ ہے۔''(۱)

مزید فرماتے ہیں: کم سنی اور نو عمری میں اُردو کی وہ بہترین کتابیں پڑھ لیں جس میں عربی زبان کے بعد سیرت کا سب سے بڑا ذخیرہ ہے۔ (۲)

مولانا ندوی اپنی کم عمری میں سیرت نبویؐ کا مطالعہ اور ذوق و شوق اور حُب رسول ﷺ میں اس قدر منہمک ہو گئے جس کا ذکر انہی کے الفاظ میں کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

عربی زبان کی اہم کتب ابن ہشام کی 'السیرۃ النبویۃ'' اور ابن القیم کی کتاب ''زاد المعاد'' کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا۔ اس نے ان کتابوں کو صرف علمی یا روایتی طریقے سے پڑھنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ انہی کتابوں میں اپنی زندگی کے شب و روز بسر کیے۔ یہی وہ وقت تھا جب اس کا دل ایمان و یقین کی حلاوت سے آشنا ہوا۔ جذبہ شوق و محبت کو نئی غذا ملی اور اسکی از سرنو آبیاری ہوئی۔ (۳)

---

* متعلم ایم فل (علوم اسلامیہ) جامعہ پنجاب

مولانا ابوالحسن ندوی اور ''نبی رحمت'':

مولانا ندوی کا ذوقِ مطالعہ اور رسول اللہ ﷺ سے عقیدت و محبت کو عملی جامہ پہنانے کے لیے عربی زبان میں سیرت طیبہ پر ''السیرۃ النبویۃ'' کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ جس کا اُردو ترجمہ ''نبی رحمت'' کے نام سے موجود ہے۔

مولانا ندوی نے سیرت نگاری کے اصولوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے حیات طیبہ کے اہم پہلوؤں کو اُجاگر کیا ہے۔ جس کے مطالعہ سے ایک قاری کے لیے وافر معلومات کا ذخیرہ موجود ہے۔ اسی وجہ سے اس کتاب کا دیگر زبانوں (انگریزی، انڈونیشی اور ترکی) میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ جو کہ عالم اسلام میں ایک اہم مقام رکھتی ہے۔

مقصد تالیف:

مولانا علی میاں سیرت نگاری کا مقصد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور آپ کے اسوۂ حسنہ کو عام و خاص تک بطور دعوت تبلیغ پہنچانا ہے۔ تاکہ اس کے مطالعہ سے ہر پڑھنے والا نبی پاک ﷺ کے اسوۂ حسنہ اور تعلیمات پر عمل کر سکے۔ لکھتے ہیں:

''مؤلف سیرت نے ابتدا ہی سے مجرد وقائع نگار اور ضابطہ کے ایک مؤرخ کی حیثیت سے صرف واقعات و معلومات کی بے جان وخشک فہرست مرتب کر دینے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ واقعات سیرت اور اقدامات واشارات کی طرف بھی متوجہ کرنے کی کوشش کی جو سید الانبیاء سید المرسلین ﷺ کی سیرت و دعوت کے مطالعہ، نفسیات انسانی، علم الاخلاق و علم الاجتماع میں بھی بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ اور جن سے ہر زمانہ اور ہر مقام میں دعوت و تربیت کے کام، قوموں اور نسلوں کی رہنمائی اور زندگی کے پیچ در پیچ مسائل و مشکلات کی عقدہ کشائی میں بیش بہا فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے۔''(۴)

مولانا ندوی سیرت نگاری کی اہمیت اور اس کے مقصد پر زور دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس کو آخرت کا ذخیرہ اور سیرت پاک کے مطالعہ اور اس سے استفادہ اور زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کا ذریعہ و وسیلہ بنائے۔ اگر یہ کتاب کسی صاحب ایمان کے دل میں شوق و محبت کی ایک چنگاری بھی بھڑکا دیتی ہے اور کسی مسلم کے دل میں اس کو پڑھ کر اس نبی رحمت کی سیرت مطہرہ کی طرف کوئی کشش، آپ کی محبت کی کوئی لہر اور اسلام کے سمجھنے کا جذبہ بیدار کر دیتی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ خدا کے یہاں قبول اور مصنف کے لیے ذریعہ مغفرت اور وسیلہ شفاعت ہو تو وہ سمجھے گا کہ اسکی محنت ٹھکانے لگ گئی۔''(۵)

سیرت نگاری اور مولانا ندوی کا اسلوب نگارش:

سیرت نگاری میں مولانا ندوی کا اہم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے نبی رحمت ﷺ کی زندگی کے تمام اہم پہلوؤں کو نمایاں طور پر اور تفصیلی انداز میں پیش کیا ہے۔ انداز تحقیقی اور دعوتی رکھا ہے۔ بعثت نبویؐ سے پہلے جزیرۃ العرب کے عنوان سے عربوں کی معاشی، مذہبی، معاشرتی اور سیاسی حالات پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ اس کے بعد بعثت نبویؐ کے اغراض و مقاصد اور ضرورت پر روشنی ڈالی ہے۔ نام ونسب، خاندان وقبیلہ، زمانہ و مقام، رسالت و بشریت، ہجرت، غزوات و محاربات، حجۃ الوداع، صحابہ کرام سے حسن سلوک، معجزات و دلائل، خانگی وازدواجی زندگی، وصال نبویؐ اور صحابہ کا صبر وتحمل اور آخر میں فضائل، خصائص اور خلاق کریمہ جیسے عنوانات پر تفصیلی انداز میں سیر حاصل گفتگو کی ہے۔

بعثت نبویؐ کے لیے جزیرۃ العرب ہی کیوں؟

مولانا علی میاں حضور اکرم ﷺ کی بعثت اور نبوت کے لیے عرب کا علاقہ اور عرب لوگوں کے خصائص بیان کرتے ہیں کہ یہی زمان ومقام نبوت محمدیؐ کے لیے موزوں ترین تھا۔ لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے اس دعوت کے لیے عربوں کا انتخاب اس لیے کیا کہ ان کو ساری دنیا میں اس کی تبلیغ و اشاعت کا ذمہ دار بنایا کہ ان کے دلوں کی تختی بالکل صاف تھی۔ اس میں پہلے سے کچھ نقوش تحریر اور نقش ونگار موجود نہ تھے۔ جن کو مٹانا مشکل ہوتا۔ برخلاف رومیوں، ایرانیوں یا ہندوستانیوں کے جن کو اپنی ترقی، علوم و فنون اور اپنے تہذیب وتمدن اور فلسفہ پر بڑا ناز اور غرور تھا...... عربوں کی سادہ تختیاں صرف معمولی اور ہلکی پھلکی تحریروں سے آشنا تھیں جن کو ان کی جہالت وناخواندگی اور بدوی زندگی نے ان میں مثبت کر دیا تھا اور جن کا دھونا اور مٹانا اور ان کی جگہ پر نئے نقش قائم کرنا بہت آسان تھا۔'' (۶)

مولانا ندوی عربوں کی ذہنی وعلمی حالت کی عکاسی بڑے اچھے انداز میں بیان کرتے ہوئے یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہی وہ لوگ ہیں جو اسلام کے جھنڈے کو تھام کر جلد اور فوراً تیار ہو جائیں گے اور یہی وہ جگہ ہے جہاں سے اسلام کی پکار پوری دنیا میں پھیل جائے گی۔ لکھتے ہیں:

''ان کی فکری وعملی قوتیں اور فطری صلاحیتیں محفوظ تھیں اور خیالی فلسفوں، بے فائدہ منطقی بحثوں اور

موشگافیوں، علم کلام کے دقیق ونازک مضامین یا مقامی وعلاقائی خانہ جنگیوں میں ضائع نہیں ہوئی تھیں۔ یہ ایک نوخیز اور اس لحاظ سے محفوظ قوم تھی اور زندگی وحرارت، جوش ونشاط اور عزم وآہنی ارادہ سے بھرپور تھی۔''(۷)

رسول اکرم ﷺ کا قبیلہ وخاندان...... مولانا ابوالحسن کی نظر میں:

مولانا ابوالحسن علی ندوی کا یہ وصف ہے سیرت نگاری کرتے ہوئے ہر پہلو کی جزیات تک جاتے ہیں اور بڑی دقیق اور تحقیقی نظر سے ہر کردار کو نمایاں کرتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کی خصوصیات بیان کرنے سے پہلے آپؐ کے قبیلہ اور خاندان کے وصف کو بیان کرتے ہیں کہ یہی خاندان ہی آپ ﷺ جیسے انسان کی پرورش اور نشوونما کے لیے موزوں ترین تھا۔ لکھتے ہیں:

''اہل عرب نے قریش کی عالی نسبی، سیادت وامارت، فصاحت وبلاغت، قوت بیانیہ، اخلاقِ عالیہ، شجاعت وحوصلہ مندی پر پورا اتفاق کرلیا اور اب یہ ایسی حقیقت بن گئی جو ضرب المثل کی طرح مشہور اور اختلاف سے بالاتر سمجھی گئی ہے۔''(۸)

مزید بیان کرتے ہیں جس سے آپؐ کے خاندان کی احساس ذمہ داری اور کردار کی جھلک نظر آتی ہے۔

''ان میں شریفانہ انسانی احساسات کی کتنی نمونہ تھی۔ ہر چیز میں اعتدال، عقل سلیم، بیت اللہ کی نگاہ میں وقعت وحرمت ہے۔ اس کا پورا احساس ظلم وحق تلفی سے گریز، عالی ہمتی، کمزوروں ومظلوموں کے ساتھ شفقت وہمدردی، سخاوت وشجاعت، مختصر یہ کہ عربوں کے نزدیک الفروسیہ (شہسواری) کے جتنے اوصاف عالیہ اور صفات حمیدہ ہیں اور اس میں جتنے بلند ولطیف معانی پوشیدہ ہیں ان کا جلوہ ان کی سیرت میں ہمیں نظر آتا ہے۔ یہ وہ سیرت وکردار ہے جو رسول اللہ ﷺ کے آباء کرام کے ہر طرح شایان شان ہے۔''(۹)

خصائص نبویؐ...... مولانا ندوی کے اسلوب کے آئینہ میں:

(۱) حضور اکرمؐ کی تربیت وکردار:

مولانا ندوی حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کے خصائص کو نہایت ہی بلیغ اور وسیع الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کی نشوونما خاص محفوظ ومعصوم طریقہ پر ہوئی اور جاہلیت کی نجاستوں اور بری عادتوں سے

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ہمیشہ دور اور پاک رکھا ہے۔ آپ ﷺ اپنی قوم میں شروع ہی سے سب سے زیادہ حمیدہ صفات و عالی ہمت، حسنِ اخلاق سے آراستہ، حیادار، راست گفتار، امانت دار اور بدکلامی اور فحش بیانی سے بہت دور سمجھے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کی قوم کے لوگ آپ ﷺ کو 'امین' کے نام سے یاد کرنے لگے۔''(۱۰)

(۲) تحمل و بردباری:

مولانا ندوی نہایت ہی مدبرانہ انداز میں لکھتے ہیں:

''عفو و درگزر، تحمل و بردباری، کشادہ قلبی اور قوت برداشت میں آپ کا جو مقام تھا وہاں تک اہل ذہانت اور شعراء کے خیال و تصور کی بھی رسائی نہیں ہو سکتی۔''(۱۱)

(۳) انصار سے محبت

مولانا علی میاں نے نبی پاکؐ کے اُس خطبہ کو بطور ہدایت بیان کیا ہے جو حضور پاک ﷺ نے غزوہ حنین کے موقع پر مالِ غنیمت کی تقسیم پر انصار کو کم حصہ اور مؤلفۃ القلوب کو زیادہ حصہ ملنے پر دیا۔ اِس موقع پر انصار کے دلوں میں کم حصہ ملنے پر ایک عجیب سا احساس پیدا ہو گیا۔ یہی وہ خطبہ ہے جس نے انصار کو دلوں میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا کر دی۔ مولانا ندوی بیان کرتے ہیں:

''اے جماعت انصار کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ اپنے ساتھ بھیڑ بکریاں لے کر آئیں اور تم اپنے خیموں میں اللہ کے رسول ﷺ کو ساتھ لے کر جاؤ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے۔ تم جس چیز کو اپنے ساتھ لے جاؤ گے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو وہ لے کر جائیں گے۔ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار ہی کا ایک فرد ہوتا۔''(۱۲)

(۴) بحیثیت سپہ سالار:

مولانا ندوی نے سیرت نگاری کرتے ہوئے آپؐ کے غزوات اور اُن میں آپؐ کی شمولیت کا ذکر بہت تفصیلی انداز میں کیا ہے۔ آپؐ کی بحیثیت سپہ سالار قیادت غزوہ بدر کے موقع پر تھی اس کا اظہار مولانا ندوی بھی خوبصورت الفاظ میں کرتے ہیں:

''اس موقع پر آپؐ کی غیر معمولی اور بے مثال قائدانہ قابلیت پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ ریز تھی۔ آپؐ کی حکیمانہ صف بندی اور تنظیم، خطرات اور اچانک حملوں کے سدِ باب کی تدبیر، دشمن کی جنگی طاقت، اسکی

نفری اس کے پڑاؤ اور مختلف دستوں کی تعیناتی کا صحیح اندازہ یہ وہ چیزیں ہیں جن سے آپ کی غیر معمولی جنگی عبقریت کا اندازہ ہوتا ہے۔'' (۱۳)

حجۃ الوداع کی دعوتی و تبلیغی اور تربیتی اہمیت:

مولانا ابوالحسن ندوی نے حجۃ الوداع کی ادائیگی کا مقصد صرف فرض کی ادائیگی نہ تھا بلکہ تعلیم و تربیت اور دعوت اسلام کی اشاعت تھا۔ یہی وہ نتیجہ ہے جس کا اظہار مولانا اپنی مفکرانہ سوچ سے اخذ کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

''آپؐ مدینہ سے اس غرض سے روانہ ہوئے کہ حج بیت اللہ کریں گے اور مسلمانوں سے ملیں گے اور ان کو دین کی تعلیم دیں گے، اپنا فرض ادا کریں گے. مناسک حج سکھائیں گے اور حق کی شہادتیں دیں گے، مسلمانوں کو آخری نصیحتیں اور وصیتیں کریں گے، ان سے عہد و پیماں لیں گے. جاہلیت کے آخری آثار و نشانات کو مٹائیں گے اور قدموں سے پامال کریں گے۔ یہ حج ہزار وعظ اور ہزار درس و تعلیم کا قائم مقام تھا۔ یہ دراصل ایک چلتا پھرتا مدرسہ، ایک متحرک مسجد اور ایک گشتی چھاؤنی تھی۔'' (۱۴)

مولانا ندوی نے سیرت نگاری میں حیات طیبہؐ کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے لیکن یہاں پر آپ کی سیرت نگاری کے چند نمونے پیش کئے گئے جن کے انداز و اسلوب سے نبی پاکؐ کی قدر منزلت، محبت و عقیدت اور حضور پاک ﷺ کی عالی شان کا عکس واضح نظر آتا ہے اور ایک قاری کے لئے مشعل راہ کا کام دیتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ندوی، ابوالحسن علی، مولانا، نبی رحمت (پیش لفظ) ص/۱۷، کراچی، مجلس نشریات اسلام، ۱۹۸۸۔

۲۔ ایضاً ص/۱۸

۳۔ ایضاً ص/۱۸

۴۔ ایضاً نبی رحمت (دیباچہ) ص/۲۱

۵۔ ایضاً نبی رحمت (پیش لفظ) ص/۳۴

۶۔ ایضاً ص/۵۹

۷۔ ایضاً ص/۳۶

۸۔ ایضاً ص/۹۶

۹۔ ایضاً ص/۹۸

۱۰۔ ایضاً ص/۱۳۴۔۱۳۵

۱۱۔ ایضاً ص/۵۹۲۔۵۹۳

۱۲۔ ایضاً ص/۴۸۵

۱۳۔ ایضاً ص/۲۸۶

۱۴۔ ایضاً ص/۵۱۳